

خوفناک کہانی

# ریت کی چڑیلیں



تحریر: معظم جاوید بخاری



# ریت کی چڑیلیں

تحریر: معظم جاوید بخاری

کمال خان بڑی سست روی سے چل رہا تھا۔ اس کا چہرہ پسینے سے شرابور تھا۔ زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ وہ راستہ بھٹک گیا تھا۔ کمال خان فیروز آباد کا مشہور سردار تھا۔ اس کی عالیشان حویلی میں ہر طرح کی آسائش موجود تھی اور ہر وقت نوکر چاکر اس کی خدمت میں تیار کھڑے رہتے تھے۔ فیروز آباد ایک لقمہ و دق صحرا کے پہلو میں سرسبز قصبہ تھا۔ یہاں کمال خان کی میلوں پر پھیلی ہوئی زمینیں تھیں، جن پر اس کے مزارعے دن بھر مشقت کیا کرتے تھے۔ مال و زر کی اس کے ہاں کچھ کمی نہیں تھی۔ دولت کی فراوانی نے جہاں اس کے دل و دماغ میں فخر پیدا کر دیا تھا وہیں اس نے تفریح کے نام کئی عجیب شوق بھی پال رکھے تھے۔ انہی مشاغل میں سے ایک ریس بازی کا تھا۔ صحرا کے اندر مختلف سرداروں کے درمیان ریس کا مقابلہ ہوا کرتا تھا۔ ہر کوئی اپنی اپنی جیب لیکر ریت کے بگولے اڑاتا ہوا ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ کمال خان ایک آدھ بار ہی یہ مقابلہ جیت پایا تھا۔ ہر بار اس کی ساری کوششیں بیکار ثابت ہوتیں۔ اگلے ماہ نیا مقابلہ منعقد ہونے والا تھا۔ کمال خان کے دل و دماغ پر جیت کا جنون چھایا ہوا تھا۔ اس نے اپنی ساری توجہ اسی پر لگا رکھی تھی۔ وہ تنہا جیب لے کر صحرا میں نکل جاتا اور خطرناک موڑوں پر جیب کو گھمانے اور تیز رفتاری سے چلانے کی مشق کرتا رہتا۔ اس کی پوری کوشش یہی تھی کہ اس بار وہ پہلی پوزیشن حاصل کر کے مقابلے کی ٹرائی جیتے۔

آج کا دن ہی بڑا منحوس ثابت ہوا تھا۔ کمال خان جب صبح بیدار ہوا تو اس کی بیوی نے اس کے ہمراہ میکے جانے کی ضد





کی۔ کمال خان نے اسے جھڑک دیا کہ وہ آج کل مقابلے کی تیاری میں بے حد مصروف ہے، لہذا اسے گھر میں ٹک بیٹھنا چاہئے۔ مقابلے کے بعد آنے جانے والا پروگرام بنایا جائے۔ اس کی بیوی نے اس کی بات کو سنی ان سنی کر کے اپنی کہی تو کمال خان کو غصہ آگیا۔ اس نے اسے بری طرح سے جھڑکا اور باہر نکل آیا۔ دوسری خبر اسے اس وقت ملی جب وہ اپنی جیپ پر سوار ہونے والا تھا۔ اس کا مزارعہ بھاگتا ہوا اس کے پاس پہنچا اور خبر سنائی کہ ٹریکٹر کے انجن میں اچانک آگ بھڑک اٹھی، جسے بچانے کے چکر میں ٹریکٹر اب بند پڑا ہے۔ آج زمینوں پر ہل نہیں چلایا جاسکے گا۔ کمال خان نے اسے ہدایت کی کہ وہ اپنی موٹر سائیکل پر شہر جائے اور وہاں سے موٹر میکینک کو ساتھ لاکر ٹریکٹر کی مرمت کرائے۔ جانے کیوں کمال خان کے مزاج پر پڑمردگی سی چھا رہی تھی۔ اس نے سر جھٹکا اور جیپ سٹارٹ کر کے صحرا کی راہ لی۔ اس نے سوچا کہ صحرا نوردی میں یقیناً اس کی طبیعت بہل جائے گی۔ ایک گھنٹے کی مسافت کے بعد جب وہ لہو و دق صحرا کی چڑھائی عبور کر رہا تھا کہ جیپ نے گھوں گھوں کی آواز کے ساتھ اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس کی لاکھ کوشش کے باوجود جیپ بے قابو ہو کر پیچھے کی طرف لڑھکتی چلی گئی۔ جیپ کی رفتار تیز تر ہوتی گئی۔ کمال خان نے مڑ کر دیکھا پیچھے ایک بڑا ٹیلہ تھا۔ جیپ اسے ٹکرائے بغیر نہ رُک سکتی تھی۔ اس نے بریک پر زور سے پاؤں مارا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ جیپ تیز رفتاری سے ٹیلے سے ٹکرائی اور ٹیلے کی ریت بھاری مقدار میں جیپ پر گر پڑی۔ نصف سے زیادہ جیپ ریت میں دھنس گئی۔ کمال خان اگر فوراً اچھلانگ نہ لگاتا تو وہ بھی





اس ریت کے ڈھیر میں پھنس چکا ہوتا۔ اس نے اٹھ کر کپڑے جھاڑے اور بے چارگی سے جیپ کی طرف دیکھنے لگا۔ جیپ اس بری طرح سے ریت میں پھنسی ہوئی تھی کہ اسے وہاں سے نکالنا تنہا کمال خان کے بس کی بات نہ تھی۔ کمال خان کافی دیر تک اس کے قریب کھڑا مختلف زاویوں سے جائزہ لیتا رہا کہ شاید کوئی بات بن جائے مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ بالآخر اس نے فیصلہ کیا کہ وقت برباد کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اسے فیروز آباد واپس لوٹ جانا چاہئے۔ وہاں سے ٹریکٹر لا کر ہی جیپ کو ریت سے باہر نکالا جاسکتا تھا۔ وہ جیپ کے ٹائروں کے نشان کی رہنمائی میں چل پڑا۔ فاصلہ کافی زیادہ تھا مگر اسے طے تو کرنا ہی تھا۔ دو گھنٹے کی مسلسل مسافت نے اسے تھکا ڈالا۔ اوپر سے نئی مصیبت یہ ٹوٹی کہ ٹائروں کے نشان ریت میں گم ہو گئے اور وہ راہ بھٹک گیا۔ اس نے چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ ہر طرف ریت ہی ریت پھیلی ہوئی تھی۔ کہیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کمال خان پریشان ہو گیا کہ اب کیا کیا جائے۔ صحرا میں اسے کسی جانور وغیرہ کا کوئی خوف نہیں تھا البتہ بھوک پیاس اسے موت کے قریب لے جاسکتی تھی۔ وہ دن ڈھلنے سے پہلے پہلے صحرا سے نکل جانا چاہتا تھا۔ سورج پوری





آب و تاب سے سر کے اوپر چمک رہا تھا۔ گرمی سے اس کا وجود سنسنار ہا تھا۔ وہ ایک سمت کا تعین کر کے چلتا رہا۔ اسے اب یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ اسے چلتے ہوئے کتنا وقت بیت چکا ہے؟

کچھ دور اسے سیاہ نقطے دکھائی دیئے تو وہ اسی سمت میں بڑھنے لگا۔ قریب جا کر معلوم ہوا کہ وہ کھمبی نما پودے تھے وہاں کی ریت بھی کسی قدر نرم آلود تھی۔ وہاں پہنچ کر اسے ہلکی سی ٹھنڈک کا احساس ہوا تو وہ سستانے کیلئے ٹھہر گیا اور نرم آلود ریت پر بیٹھ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ کھول کر ریت پر رکھ دیئے۔ ریت کی نرمی اور ٹھنڈک سے اسے بڑا سکون ملا۔ وہ زمین پر بیٹھ کر بچوں کی طرح ریت سے کھیلنے لگا۔ اس نے نرم آلود سے ایک چھوٹا ٹیلہ بنا اور اس میں سوراخ کر کے اسے مکان کی شکل دی۔ پھر بچوں کی طرح اسے ڈھا دیا۔ اچانک اس کے دماغ میں ایک عجیب سا خیال کوندا۔ اس نے ہاتھوں کی مدد سے ریت کے دو چھوٹے ڈھیر بنائے اور ان کو انگلیوں سے تراشنے لگا۔ کچھ ہی دیر میں دو پاؤں اس کے سامنے بنے ہوئے دکھائی دیئے۔ اس نے ان پاؤں کے اوپر گیلی ریت کے ڈھیلے بنا کر رکھے اور انہیں تراشنے لگا۔ دونوں پیروں کے اوپر دو ٹخنے اور پنڈلیاں بنتی چلی گئیں۔ کمال خان کو بڑی حیرت ہوئی کہ ریت کو وہ جہاں رکھ کر ٹکا دیتا تھا وہ وہیں ٹک جاتی تھی، نیچے نہ گرتی تھی۔ کمال





خان بھول گیا کہ اسے فیروز آباد جانا ہے، وہ اس عجیب مشغلے میں مگن ہو گیا۔ اس نے پنڈلیوں کے اوپر گھٹنے بنائے پھر رانیں اور جسم کا بالائی دھڑ۔ کچھ دیر میں وہ اپنے قد کے برابر ایک مکمل انسانی پتلا بنا چکا تھا۔ وہ ایک عورت کا بدنما سا پتلا تھا۔ کمال خان اسے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ ریت اس طرح جم کر کھڑی ہو سکتی ہے؟ اس نے مٹھی میں ریت کا گلولہ سا بنایا اور اسے ہوا میں اچھال دیا۔ ریت بکھر کر اسے بدنما پتلے پر گری اور حیرت انگیز طور پر اس کے لباس میں بدل گئی۔ کمال خان اس عجیب و غریب چیز پر دم بخود کھڑا سوچ رہا تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟

اگلا لمحہ واقعی حیرت انگیز تھا۔ اس پتلے نے انگڑائی لی اور حرکت کرنے لگا۔ کمال خان یہ دیکھ کر اچھل پڑا اور کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ وہ بدنما پتلا ایک جیتی جاگتی عورت میں بدل گیا تھا جس نے سرخ لباس پہن رکھا تھا۔ کمال خان ویران صحرا میں اس عورت کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا۔ وہ بڑا بہادر اور جی دار تھا مگر ریت کے پتلے کا یوں جیتی جاگتی عورت میں بدل جانا کوئی عام بات نہ تھی۔ اس عورت نے کمال خان کو دیکھا اور مسکرائی۔ ”مجھے جسم دینے کیلئے تمہارا شکریہ!“ وہ بڑی لوح دار آواز میں بولی۔ کمال خان اس کے منہ سے آواز سن کر بدحواس سا ہو گیا۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے انداز بولا۔ ”مگر تم کون ہو؟“ وہ ایک طرف مڑی اور زمین پر بیٹھ گئی۔ ”میں قدرت کا شاہکار ہوں جو جسم کے بغیر اس صحرا میں بھٹک رہی رہی تھی۔“ کمال خان سارے حوادث کو بھول کر عجیب الجھن کا شکار ہو گیا تھا۔ وہ اس کے قریب جانے سے ہچکچا رہا تھا۔ وہ عورت زمین پر بیٹھی بیٹھی ریت سے کھیل رہی تھی۔ کمال خان کو اس وقت احساس ہوا جب اس عورت نے ریت سے آدھا پتلا بنا لیا تھا۔ وہ تیزی سے اس کے قریب پہنچا۔ ”یہ تم کیا کر رہی ہو؟“ وہ قریباً چیختا ہوا بولا۔ ”وہی جو تم نے کچھ دیر پہلے کیا تھا۔“ اس نے مختصراً جواب دیا۔ کمال خان کو کچھ سمجھائی نہ دے رہا تھا کہ وہ اب کیا کرے؟ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ عورت پتلا نہ بنائے مگر وہ اسے روک نہیں پا رہا تھا۔







اس کے دل میں آیا کہ وہ آگے بڑھ کر اس پتلے کو توڑ دے مگر وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا پایا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس عورت نے اپنے جیسا ایک اور پتلا تیار کر لیا۔ کمال خان کو حیرت کا جھٹکا لگا جب اس کا بنایا ہوا پتلا بھی جیتی جاگتی عورت میں بدل گیا اس نے نیلے رنگ کا لباس پہن رکھا تھا۔ ریت کی عورتوں نے جب اپنے جیسے دو مزید پتلوں کے سانچے تیار کرنا شروع کئے تو کمال خان کے پسینے چھوٹ گئے۔ یہ کیا مصیبت ہے؟ اس نے فوراً فیصلہ کیا کہ اسے وہاں سے نکل جانا چاہئے مگر اسے ایسا کرنے میں دیر ہو چکی تھی۔ اب چار ریت کی عورتیں تیار ہو چکی تھیں۔ دو تو مزید پتلے بنانے میں مصروف رہیں جبکہ دو نے کمال خان کی نکلنے کی راہ بند کر دی۔ کمال خان وہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا مگر وہ دونوں ریت کی عورتیں اسے بھاگنے سے روکے ہوئے تھیں۔ کمال خان جھنجھلا کر ریت پر بیٹھ گیا۔ پانچواں پتلا بھی حیرت انگیز طور پر جیتی جاگتی عورت میں بدل چکا تھا۔ چھٹا پتلا نصف تیار ہو چکا تھا۔ کمال خان نے جھنجھلاہٹ میں ریت کو پیٹنا شروع کر دیا۔ پیٹنے کے باعث ریت میں دھمک پیدا ہونے لگی اور چھٹا پتلا لرزا اور زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ یہ دیکھ کر سرخ لباس والی عورت غصے میں آگ بگولہ دکھائی دی۔ اس نے کمال خان کو ریت پیٹنے سے روکا۔ کمال خان اس کی بات سنے بغیر ریت کو پیٹتا رہا۔ اس طرح مزید پتلے





بننے کا عمل جاری نہ رہ پایا۔ وہ عورت غصے سے کمال خان کی طرف بڑھی تو اس کے ہاتھ خود بخود رک گئے۔ ”تم آخر چاہتے کیا ہو؟“ اس عورت نے غصے سے پوچھا۔ ”میں.... میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔ اگر تم مجھے صحیح راستے کی رہنمائی کرو تو میں چپ چاپ یہاں سے چلا جاؤں گا۔ تم چاہے پھر جتنے مرضی پتلے بناتی رہنا۔“ کمال خان نے کہا تو وہ عورت زور زور سے قہقہے لگانے لگی۔ اس کے ساتھ چاروں عورتیں بھی شامل ہو گئیں۔ ویران صحرا میں عورتوں کے قہقہے بڑے عجیب لگ رہے تھے۔ کمال خان کو اندازہ ہونے لگا کہ اس کا پالا ریت کی چڑیلوں سے پڑ چکا ہے۔ ریت کی چڑیلوں کی کہانیاں اس نے بچپن میں سن رکھی تھیں مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ حقیقتاً ان کا کوئی وجود ہوتا ہے؟

”سنو نادان شخص! تم یہاں سے ہرگز نہیں جاسکتے۔ چونکہ تم مٹی سے بنے ہوئے ہو، اس لئے ہماری بقا اسی میں ہے کہ ہم تمہیں اپنے اندر سمو لیں۔“ سرخ لباس والی عورت خونخوار لہجے میں بولی۔ ”کیا مطلب میں کچھ سمجھا نہیں؟“ کمال خان گڑبڑا سا گیا۔ ”تم سب کچھ سمجھ چکے ہو۔ ہمیں چکمہ دینے کی کوشش مت کرو۔ تمہارا جسم ہماری خوراک بنے گا تبھی ہم پائیدار رہ پائیں گی ورنہ ہم ریت کے ڈھیروں میں بدل جائیں گی۔“ سرخ لباس والی عورت کا لہجہ بڑا خوفناک تھا۔ کمال خان کو اس کی بات سن کر جھرجھری آگئی۔ اس نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ اسے بے موت نہیں مرنا ہوگا۔ وہ ان کے ساتھ بھرپور مقابلہ کرے گا۔ اس نے اپنی ساری قوت جمع کی اور زمین سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے آنکھوں میں لڑمرنے کا عزم نمایاں تھا۔ وہ عورت اس کا ارادہ جان کر تیزی سے اس پر چبھٹی۔ کمال خان نے بازو کے زوردار وار سے اس کے ہاتھ کو دوسری جھٹکا۔ جونہی کمال خان کا بازو اس کے بازو سے ٹکرایا تو اس کا بازو اس کے دھڑ سے ٹوٹ کر ہوا میں ریت کی مانند بکھر گیا۔ یہ

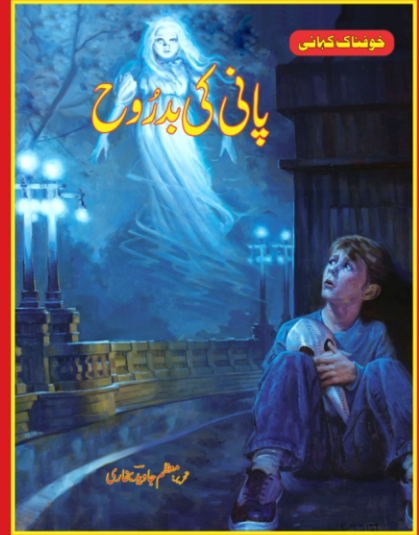


دیکھ کر کمال خان کا حوصلہ بلند ہوا اور اس نے تابڑ توڑ مکے برسائے شروع کر دیئے۔ کچھ ہی دیر میں وہ اس سرخ لباس والی عورت کے دونوں بازو توڑ چکا تھا۔ وہ زمین پر گری تو کمال نے اس کے منہ پر زوردار گھونسار سید کیا۔ اس کا چہرہ ٹوٹ کر ریت بن گیا اور اطراف میں بکھر گیا۔ وہ خوشی سے چلا رہا تھا کہ اچانک اسے اپنی گردن پر تیز چھن کا احساس ہوا۔ اس نے مڑنا چاہا مگر دیر ہو چکی تھی۔ وہ ان چار ریت کی چڑیلوں سے غافل ہو چکا تھا۔ انہوں نے موقع پاتے ہی اسے جھپٹ لیا اور اپنے نوکیلے دانت اس کی گردن میں اتار دیئے تھے۔ کمال خان نے ہمت باندھ کر انہیں اپنے جسم سے الگ کرنا چاہا مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ ان چاروں چڑیلوں نے اسے زمین پر گرا دیا اور اس کا جسم بھنبھوڑ بھنبھوڑ کر نوچنے لگیں۔ کچھ دیر میں انہوں نے کمال خان کا سارا گوشت چٹ کر لیا۔ اب وہاں پر کمال خان کا چمکتا ہوا سفید بنجر دکھائی دے رہا تھا۔





# بچوں کیلئے خوفناک اور سنسنی خیز کہانیاں



فضل الہی مارکیٹ چوک اردو بازار لاہور  
Ph: 042-37224472

الاسد پبلی کیشنز

